تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار　　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ　　　لاہور

ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم　　　۱۶ تا ۲۲ نومبر ۲۰۰۰ء　(۱۹ تا ۲۵ شعبان ۱۴۲۱ھ)　　　مدیر : حافظ عاکف سعید

روزے اور قرآن کا باہمی تعلق

روزے کی عبادت کے لئے کوئی سا مہینہ بھی مقرر کیا جا سکتا تھا مگر اس کے لئے بطور خاص رمضان المبارک ہی کا انتخاب اس لئے ہوا کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں دن کے روزہ کے ساتھ رات کو "قیام اللیل" کی عبادت کو اجر و ثواب کے حصول کا ذریعہ بنا دیا۔ رمضان المبارک میں قیام اللیل کی اہمیت اس حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے :

"جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ روزے رکھے تو ایسے شخص کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے رمضان المبارک کی راتوں کو ایمان و احتساب کے ساتھ قیام کیا اس کے بھی جملہ سابقہ گناہ بخش دیئے گئے"۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث مبارکہ میں صیام و قیام کو ایک دوسرے کے متوازی و مساوی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اسی مضمون کو ایک اور حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے کہ :

"روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اس بندے کی جو دن کو روزہ رکھے اور رات کو اللہ کے حضور کھڑے ہو کر قرآن مجید پڑھے یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا' اے پروردگار میں نے اس بندے کو کھانے پینے سے روکے رکھا پس میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما اور قرآن کہے گا' اے پروردگار میں نے اس بندے کو رات کے وقت سونے سے روکے رکھا' پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی"۔

درج بالا احادیث کا مدعا و منشا رمضان المبارک کی راتوں کا زیادہ سے زیادہ حصہ قرآن مجید کے ساتھ بسر کرنا ہے۔

(امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریر "روزے اور قرآن کا باہمی تعلق" سے ایک اقتباس)

اس شمارے میں

☆ الہدیٰ اور فرمان نبویؐ 2
☆ امیر تنظیم کا خطاب جمعہ 3
☆ مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ 5
☆ گوشۂ خلافت 7
☆ امت مسلمہ کی عمر اور ہمارا موقف 8
☆ کاروانِ خلافت منزل بہ منزل 9
☆ Secularism and Islam 11
☆ افہام و تفہیم 12
☆ متفرقات

نائب مدیر :
فرقان دانش خان

معاونین :
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ مرزا ندیم بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان

نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین

پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت : 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3۔5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زر تعاون ۔/175 روپے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الھدیٰ

سورۂ فاتحہ (۹)

﴿ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ○ ﴾

(آمین یا رب العالمین)

"(اے رب ہمارے!) ہمیں ہدایت بخش سیدھی راہ کی۔ راہ ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام ہوا' جو نہ مغضوب ہوئے اور نہ گمراہ"۔

سورۂ مبارکہ کی پہلی تین آیات پر تدبر سے ہم پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ ایمان باللہ یا توحید اور ایمان بالآخرہ یا معاد تک ایک سلیم الفطرت اور سلیم العقل انسان فطرت و عقل کی رہنمائی میں ازخود بھی رسائی حاصل کر سکتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے باطن میں ایک بے پناہ جذبہ تشکر پیدا ہو جاتا ہے۔ چوتھی آیت سے معلوم ہوا کہ اسی جذبہ تشکر سے جذبہ عبادت ابھرتا ہے۔ اس کے بعد عقل انسانی اپنی محدودیت اور نارسائی کا اعتراف کرتی ہے کہ جہاں تک صراط مستقیم یعنی زندگی بسر کرنے کے معتدل و متوازن طریقے کا تعلق ہے' وہاں انسانی عقل بے بس اور محتاج ہدایت ہے۔ چنانچہ یہ ہے وہ مقام جہاں بندہ سراپا احتیاج بن کر ایک استدعا اور ایک درخواست اپنے مالک کے حضور پیش کرتا ہے کہ اے رب! ہماری رہنمائی فرما اور ہمیں دکھا اور چلا اس راستہ پر جس میں کوئی کجی نہ ہو' کوئی ٹیڑھ نہ ہو' افراط و تفریط کے دھکے نہ ہوں' جو ہمیں سیدھا تیری رضا تک پہنچانے والا ہو اور آخرت کی کامیابی و کامرانی اور فوز سے ہمکنار کرنے والا ہو۔ "ہدایت" عربی زبان کا ایک نہایت وسیع المفہوم لفظ ہے۔ اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ راستہ دکھایا جائے' بتادیا جائے' سمجھادیا جائے۔ یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ اس راستے پر ذہن اور قلب کو مطمئن کر دیا جائے اور یہ بھی شامل ہے کہ انگلی پکڑ کر اس راستے پر چلایا جائے اور بالآخر و بالفعل منزل مراد تک پہنچا دیا جائے۔ یہ ہدایت کے مختلف مراحل ہیں۔ سورۂ محمد ﷺ میں فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ اھْتَدَوْا زَادَھُمْ ھُدًی وَّاٰتٰھُمْ تَقْوٰھُمْ○ ﴾ (آیت ۱۷) "وہ لوگ جو ہدایت کے راستے پر آئے اللہ نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا اور انہیں ان کے حصہ کا تقویٰ عطا فرمادیا"۔ اسی طرح سورۂ مریم میں فرمایا: ﴿ وَیَزِیْدُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اھْتَدَوْا ھُدًی ﴾ (آیت ۷۶) "اور اللہ ان لوگوں کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے جو ہدایت اور راست روی کا راستہ اختیار کرتے ہیں"۔ یہ ہدایت مسلسل بڑھتی چلی جاتی ہے' اس میں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام مدارج و مراحل مؤمنین صادقین کو طے کرا دیتا ہے' یہاں تک کہ وہ اپنی منزل مراد تک جا پہنچتے ہیں اور جنت میں داخلے کے وقت ان کی زبانوں پر یہ ترانہ حمد جاری ہو جاتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ "سارا شکر و سپاس اور کل تعریف و ثنا اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں راستہ دکھایا اور ہمیں یہاں تک پہنچا دیا اور ہم خود ہرگز راہ یاب نہیں ہو سکتے تھے اگر اللہ ہی ہماری رہنمائی نہ فرماتا"۔ واضح رہے کہ یہی عقلی بنیاد ہے ایمان بالرسالت کی' کیونکہ ہدایت الٰہی رسولوں ہی کے واسطے سے بنی نوع انسانی تک پہنچتی ہے۔ چنانچہ سورۂ اعراف میں کامیاب اور بامراد مومنین کا یہ قول نقل ہوا ہے: ﴿ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ﴾ یعنی "ہمارے رب کے رسول واقعی حق لے کر تشریف لائے تھے۔"

یہاں یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ شخص جو بنیادی حقائق تک خود پہنچ چکا ہے' جس نے اللہ کو پہچان لیا' اس کی توحید کو جان لیا' اس کی صفات کمال کی معرفت حاصل کر لی' اس کی ربوبیت' رحمانیت و رحیمیت کا ادراک و شعور حاصل کر لیا' اس کے مالک یوم الدین ہونے کا اقرار کر لیا' پھر اس کی بندگی اور پرستش کا عہد و پیمان کر لیا' تو اسے گویا کل ہدایت حاصل ہو گئی۔ اب اسے کون سی مزید ہدایت مطلوب ہے جس کے لئے وہ دعا کر رہا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

فرمان نبویؐ

قرآن کی پیروی لازم ہے

عَنْ عبیدۃ الْمُلَیْکی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

((یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَافْشُوْہُ وَتَغَنَّوْہُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ' وَلَا تَعْجِلُوْا ثَوَابَہٗ فَاِنَّ لَہٗ ثَوَابٌ)) (بیہقی)

حضرت عبیدہ ملیکی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے اہل قرآن! دیکھو اس قرآن کو اپنا تکیہ نہ بنالینا۔ اس کو پڑھنا اور اس کی پیروی کرنا دن رات جیسے پڑھنے اور پیروی کرنے کا حق ہے۔ اور اس کی روشنی کو پھیلانا اور اچھی آواز میں پڑھ کر حظ اٹھانا اور اس کی آیات میں تدبر کرنا تاکہ یہ تمہاری فلاح کا سامان بن سکے"۔ اور ایک فرمان میں فرمایا: "اس کا اجر اس دنیا میں حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ اس کا اجر تو بہر صورت ہے"۔

آج ہم نے قرآن مجید کو محض بخشش کا سہارا بنالیا ہے اور اس کا پڑھنا صرف ثواب ہی کے لئے رہ گیا ہے اور اس کا اجر دنیا میں وصول کرنے کے لئے اس کا پڑھنا اور پڑھانا پیشہ بنالیا ہے تاکہ اس کے ذریعے روزی حاصل کر لی جائے۔ اس کا حق تلاوت اور اس کو تمام دنیا میں پھیلانا جو حاملین قرآن کا مقام تھا اس سے کتنی پہلو تہی ہے۔

عربی میں تلا' یتلو کے معنی پیروی کرنا ہے' مگر ہم اہل تورات کی مثال بن گئے ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ:

﴿ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ﴾

"مثال ان لوگوں کی جو حامل تورات بنائے گئے تھے پھر وہ اسے اٹھا کر نہ چلے' اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ بہت بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا"۔

گویا اس کے پیغام کے حامل ہونے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے کو کتاب اللہ کی تکذیب قرار دیا جا رہا ہے اور بغیر تدبر و فکر کے پڑھنے کو بوجھ اٹھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اور قرآن پر عمل نہ کر کے ہم بھی سابق کتابوں کو ماننے والوں کی طرح اللہ کی شفاعت اور اس سے بخشش کے طلب گار بنے بیٹھے ہیں اور ہمیں اپنے حامل قرآن ہونے پر بے حد فخر ہے۔ مگر بخشش کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی کتاب کو سمجھا جائے اور اسے بغیر سمجھے بخشش اور شفاعت کا خیال دل سے نکال دینا چاہئے۔ ہمارا موجودہ طرز عمل درج بالا حدیث مبارک کے مطابق ہے کہ ہم نے عمل کے لئے اتاری گئی کتاب کو تکیہ بنایا ہوا ہے' جبکہ پیروی نہ ہونے کے برابر ہے' اور اگر پیروی ہے بھی تو قرآن حکیم کے ان احکامات کی جو ہمارے نفس کو اچھے لگتے ہیں' اور جو احکامات نفس پر بھاری ہیں ان کو چھوڑا ہوا ہے اور اس طرز عمل کے باوجود اپنے آپ کو قرآن کا ماننے والا کہتے ہیں۔ اسی دوہرے طرز عمل کا نتیجہ ہے کہ آج رحمت خداوندی مسلمانوں سے منہ موڑے ہوئے ہے۔ دعا ہے کہ ہم واقعی اللہ کی ہدایت کے حامل حقیقی بن جائیں اور اسے اپنا امام بنا کر اس کی اقتدا اختیار کریں تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی ہمارا مقدر بن سکے۔ آمین (چوہدری رحمت اللہ بٹر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ فاتحہ (۹)

﴿ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ○ ﴾

(آمین یا رب العالمین)

"(اے رب ہمارے!) ہمیں ہدایت بخش سیدھی راہ کی۔ راہ ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام ہوا' جو نہ مغضوب ہوئے اور نہ گمراہ"۔

سورۂ مبارکہ کی پہلی تین آیات پر تدبر سے ہم پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ ایمان باللہ یا توحید اور ایمان بالآخرہ یا معاد تک ایک سلیم الفطرت اور سلیم العقل انسان فطرت و عقل کی رہنمائی میں از خود بھی رسائی حاصل کر سکتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے باطن میں ایک بے پناہ جذبہ تشکر پیدا ہو جاتا ہے۔ چوتھی آیت سے معلوم ہوا کہ اسی جذبہ تشکر سے جذبہ عبادت ابھرتا ہے۔ اس کے بعد عقل انسانی اپنی محدودیت اور نارسائی کا اعتراف کرتی ہے کہ جہاں تک صراط مستقیم یعنی زندگی بسر کرنے کے معتدل و متوازن طریقے کا تعلق ہے' وہاں انسانی عقل بے بس اور محتاج ہدایت ہے۔ چنانچہ یہ ہے وہ مقام جہاں بندہ سراپا احتیاج بن کر ایک استدعا اور ایک درخواست اپنے مالک کے حضور پیش کرتا ہے کہ اے رب! ہماری رہنمائی فرما اور ہمیں دکھا اور چلا اس راستے پر جس میں کوئی کجی نہ ہو' کوئی ٹیڑھ نہ ہو' افراط و تفریط کے دھکے نہ ہوں' جو ہمیں سیدھا تیری رضا تک پہنچانے والا ہو اور آخرت کی کامیابی و کامرانی اور فوز سے ہمکنار کرنے والا ہو۔ "ہدایت" عربی زبان کا ایک نہایت وسیع المفہوم لفظ ہے۔ اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ راستہ دکھایا جائے' بتادیا جائے' سمجھادیا جائے۔ یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ اس راستے پر ذہن اور قلب کو مطمئن کر دیا جائے اور یہ بھی شامل ہے کہ انگلی پکڑ کر اس راستے پر چلایا جائے اور بالآخر و بالفعل منزل مراد تک پہنچا دیا جائے۔ یہ ہدایت کے مختلف مراحل ہیں۔ سورۂ محمد ﷺ میں فرمایا: ﴿ وَالَّذِیۡنَ اھۡتَدَوۡا زَادَھُمۡ ھُدًی وَّاٰتٰھُمۡ تَقۡوٰھُمۡ ○ ﴾ (آیت ۱۷) "وہ لوگ جو ہدایت کے راستے پر آئے اللہ نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا اور انہیں ان کے حصہ کا تقویٰ عطا فرمادیا"۔ اسی طرح سورۂ مریم میں فرمایا: ﴿ وَیَزِیۡدُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اھۡتَدَوۡا ھُدًی ﴾ (آیت ۷۶) "اور اللہ ان لوگوں کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے جو ہدایت اور راست روی کا راستہ اختیار کرتے ہیں"۔ یہ ہدایت مسلسل بڑھتی چلی جاتی ہے' اس میں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام مدارج و مراحل مؤمنین صادقین کو طے کرا دیتا ہے' یہاں تک کہ وہ اپنی منزل مراد تک جا پہنچتے ہیں اور جنت میں داخلے کے وقت ان کی زبانوں پر یہ ترانہ حمد جاری ہو جاتا ہے: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھۡتَدِیَ لَوۡلَا اَنۡ ھَدٰنَا اللّٰہُ "سارا شکر و سپاس اور کل تعریف و ثنا اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں راستہ دکھایا اور ہمیں یہاں تک پہنچادیا اور ہم خود ہرگز راہ یاب نہیں ہو سکتے تھے اگر اللہ ہی ہماری رہنمائی نہ فرماتا"۔ واضح رہے کہ یہی عقلی بنیاد ہے ایمان بالرسالت کی' کیونکہ ہدایت الٰہی رسولوں ہی کے واسطے سے بنی نوع انسانی تک پہنچتی ہے۔ چنانچہ سورۂ اعراف میں کامیاب اور بامراد مومنین کا یہ قول نقل ہوا ہے: ﴿ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ ﴾ یعنی "ہمارے رب کے رسول واقعی حق لے کر تشریف لائے تھے"۔

یہاں یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ شخص جو بنیادی حقائق تک خود پہنچ چکا ہے' جس نے اللہ کو پہچان لیا' اس کی توحید کو جان لیا' اس کی صفات کمال کی معرفت حاصل کر لی' اس کی ربوبیت' رحمانیت و رحیمیت کا ادراک و شعور حاصل کر لیا' اس کے مالک یوم الدین ہونے کا اقرار کر لیا' پھر اس کی بندگی اور پرستش کا عہد و پیمان کر لیا' تو اسے گویا کل ہدایت حاصل ہو گئی۔ اب اسے کون سی مزید ہدایت مطلوب ہے جس کے لئے وہ دعا کر رہا ہے کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ

قرآن کی پیروی لازم ہے

عَنۡ عبیدۃ المُلَیۡکی قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ:

((یَا اَھۡلَ الۡقُرۡاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الۡقُرۡاٰنَ وَاتۡلُوۡہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ مِنۡ اٰنَاءِ اللَّیۡلِ وَالنَّھَارِ وَافۡشُوۡہُ وَتَغَنَّوۡہُ وَتَدَبَّرُوۡا مَا فِیۡہِ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ' وَلَا تَعۡجِلُوۡا ثَوَابَہٗ فَاِنَّ لَہٗ ثَوَابٌ)) (بیہقی)

حضرت عبیدہ ملیکی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے اہل قرآن! دیکھو اس قرآن کو اپنا تکیہ نہ بنالینا۔ اس کو پڑھنا اور اس کی پیروی کرنا دن رات جیسے پڑھنے اور پیروی کرنے کا حق ہے۔ اور اس کی روشنی کو پھیلانا اور اچھی آواز میں پڑھ کر حظ اٹھانا اور اس کی آیات میں تدبر کرنا تاکہ یہ تمہاری فلاح کا سامان بن سکے"۔ اور ایک فرمان میں فرمایا: "اس کا اجر اس دنیا میں حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ اس کا اجر تو بہرصورت ہے"۔

آج ہم نے قرآن مجید کو محض بخشش کا سہارا بنالیا ہے اور اس کا پڑھنا صرف ثواب ہی کے لئے رہ گیا ہے اور اس کا اجر دنیا میں وصول کرنے کے لئے اس کا پڑھنا اور پڑھانا پیشہ بنالیا ہے تاکہ اس کے ذریعے روزی حاصل کر لی جائے۔ اس کا حق تلاوت اور اس کو تمام دنیا میں پھیلانا جو حاملین قرآن کا مقام تھا اس سے کتنی پہلوتہی ہے۔

عربی میں تَلَا' یَتۡلُوۡ کے معنی پیروی کرنا ہے' مگر ہم اہل تورات کی مثال بن گئے ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ:

﴿ مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰۃَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡھَا کَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ اَسۡفَارًا بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ﴾

"مثال ان لوگوں کی جو حامل تورات بنائے گئے تھے پھر وہ اسے اٹھا کر نہ چلے' اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ بہت بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلادیا"۔

گویا اس کے پیغام کے حامل ہونے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے کو کتاب اللہ کی تکذیب قرار دیا جا رہا ہے اور بغیر تدبر و فکر کے پڑھنے کو بوجھ اٹھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اور قرآن پر عمل نہ کر کے ہم بھی سابق کتابوں کو ماننے والوں کی طرح اللہ کی شفاعت اور اس سے بخشش کے طلب گار بنے بیٹھے ہیں اور ہمیں اپنے حامل قرآن ہونے پر بے حد فخر ہے۔ مگر بخشش کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی کتاب کو سمجھا جائے اور اسے بغیر سمجھے بخشش اور شفاعت کا خیال دل سے نکال دینا چاہئے۔ ہمارا موجودہ طرز عمل درج بالا حدیث مبارک کے مطابق ہے کہ ہم نے عمل کے لئے اتاری گئی کتاب کو تکیہ بنایا ہوا ہے' جبکہ پیروی نہ ہونے کے برابر ہے' اور اگر پیروی ہے بھی تو قرآن حکیم کے ان احکامات کی جو ہمارے نفس کو اچھے لگتے ہیں' اور جو احکامات نفس پر بھاری ہیں ان کو چھوڑا ہوا ہے اور اس طرز عمل کے باوجود اپنے آپ کو قرآن کا ماننے والا کہتے ہیں۔ اسی دوہرے طرز عمل کا نتیجہ ہے کہ آج رحمت خداوندی مسلمانوں سے منہ موڑے ہوئے ہے۔ دعا ہے کہ ہم واقعی اللہ کی ہدایت کے حامل حقیقی بن جائیں اور اسے اپنا امام بنا کر اس کی اقتدا اختیار کریں تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی ہمارا مقدر بن سکے۔ آمین

(چوہدری رحمت اللہ بٹر)

الگور کی کامیابی سے یہودی امریکی صدارت پر قابض ہو جائیں گے

جنت کی اصل نعمتوں کا ہم کسی درجے میں بھی تصور نہیں کر سکتے اور وہ اہل جنت کو دو مرحلوں میں ملیں گی

مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۰/ نومبر ۲۰۰۰ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ' تلاوتِ آیات اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا :

حضور ﷺ کا معمول تھا کہ عموماً جمعہ کے روز نماز فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دہر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ پچھلے چند اجتماعاتِ جمعہ میں سورۂ سجدہ کا مکمل اور سورۂ دہر کی ابتدائی آیات کا مطالعہ ہو چکا۔ آج سورۂ دہر کی آیات دس تا آخر کا بیان ہو گا۔ سورۂ دہر کی زیر مطالعہ آیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ آیات ۱۰ تا ۲۲ میں اہل جنت کو جو نعمتیں ملیں گی اور ان کا جو اعزاز و اکرام ہو گا اس کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ اس سے متصلاً قبل ہم اس سورۂ مبارکہ کے جس حصے کا مطالعہ کر چکے اس میں دوزخ اور اہل جہنم کا تذکرہ ہے۔ قرآن [illegible] کے ضمن میں جنت و دوزخ کا عموماً ساتھ ساتھ تذکرہ آتا ہے۔ یعنی اگر کسی نے اس حیاتِ دنیوی میں برائیوں کی جھاڑیاں بوئیں تو اسے یہ جھاڑیاں وہاں کاٹنا ہوں گی۔ اگر یہاں نیکیاں بوئی ہیں تو وہاں نعمتوں کی صورت میں بدلہ ملے گا۔ ابتداءً جب میں

امریکہ عالمی امن کی انہی کوششوں میں دلچسپی لیتا ہے جس میں اس کا مفاد ہو

قرآن کا مطالعہ کرتا تھا تو جنت کی نعمتوں کا ذکر طبیعت کو گراں گزرتا تھا۔ میں خیال کرتا تھا کہ قرآن میں نیک اعمال کے بدلے میں انہی نعمتوں کا تذکرہ کیوں ہے جن سے دنیا میں بچنے یا انہیں ایک حد اعتدال کے اندر استعمال کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ تاہم مجھے اس بات پر تشویش بھی تھی کہ ان قرآنی آیات سے ذہنی بعد کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔ لیکن ایک بار جب قاری الشیخ محمود خلیل الحصری پاکستان آئے تو مجھے ان کی آواز میں ریکارڈ شدہ کچھ سورتیں مثلاً سورۂ رحمٰن اور سورۂ واقعہ کی تلاوت سننے کا موقع ملا۔ ان سورتوں میں جنت اور دوزخ کے معاملات کا کافی تذکرہ موجود ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کی قراءت کا میرے قلب و روح پر بہت اثر ہوا اور ایسا محسوس ہوا کہ ان آیات سے متعلق میرے دل پر جو گرد تھی وہ یکایک دھل گئی ہو۔ یوں جنت کی ان نعمتوں کے قرآنی آیات میں تذکرہ سے میری وحشت اور مغائرت بالکل دور ہو گئی۔ یہ کیسے ہوا اس کی کوئی عقلی دلیل نہیں دی جا سکتی' تاہم بعد میں ان آیات سے متعلق مجھے دو عقلی دلیلیں بھی مل گئیں۔ ایک یہ کہ انسان رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنے رب کے حکم سے اس دنیا میں جن خواہشوں اور آسائشوں سے رکا رہا' ان کی بھرپور تسکین کا سامان آخرت میں ہو گا۔

دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ اہل جنت کو جنت کی نعمتیں دو مرحلوں میں ملیں گی۔ قرآن و حدیث میں جنت کی جن نعمتوں کا تذکرہ ہے وہ سب "نُزُل" یعنی ابتدائی مہمان نوازی کے درجے میں ہوں گی۔ اصل نعمتیں جو دوسرے مرحلے میں جنتیوں کو ملنا ہیں' ان نعمتوں کی حقیقت کا ہم کسی بھی درجے میں تصور نہیں کر سکتے۔ ایک حدیث کے مطابق "وہ نعمتیں ایسی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کبھی کسی کے دل میں ان کا خیال بھی گزرا"۔

اب آیئے سورۃ الدہر کی ان آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں ان انعامات کا تذکرہ ہے۔ سورۂ دہر کی آیات ۵ تا ۱۱ میں تذکرہ ہے کہ نیک لوگوں کے پینے کیلئے جنت میں عمدہ شراب ہو گی۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دنیا میں رہتے ہوئے قیامت کے دن سے ڈرتے رہے اور جو محتاجوں کو کھانا کھلانے میں پیش پیش رہتے تھے۔ آگے فرمایا جا رہا ہے کہ یہ نعمتیں ان کو کس وجہ سے ملیں گی؟ ارشادِ ربانی ہے :

"اور یہ بدلہ ہے ان کے صبر پر یعنی یہ جنت اور ریشمی پوشاک۔ وہ وہاں اونچے اونچے تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہیں دیکھیں گے وہ وہاں سخت دھوپ اور سردی اور (جنت کے درخت) ان پر سایہ کئے رہیں گے۔ ان کے پھلوں کے گچھے ان کے قریب لٹکے ہوئے ہوں گے۔ اور ان پر چاندی کے برتنوں اور آبخوروں کا دور چل رہا ہو گا۔ یہ جام چاندی کے شیشے کے بنے ہوں گے اور ہر سائز کے جام بڑے قرینے سے رکھے ہوں گے اور ان کو جو جام پلایا جائے گا اس میں ملونی ہو گی سونٹھ کی۔ سونٹھ ایک چشمہ ہے جنت میں جس کا نام سلسبیل ہے۔ اور ان پر گردش کریں گے ایسے کم عمر خادم جو ہمیشہ اسی عمر کے رہیں گے۔ وہ خادم ایسے خوبصورت ہوں گے کہ تم انہیں دیکھو گے تو ایسا معلوم ہو گا کہ گویا موتی بکھرے ہوئے ہوں۔ اور تم جب دیکھو گے' جہاں دیکھو گے ہر طرف نعمتیں اور بہت بڑی بادشاہی نظر آئے گی۔ اہل جنت کے لباس میں اوپر کی پوشاک سبز باریک ریشم کی ہو گی جبکہ نچلا لباس (شلوار وغیرہ) گاڑھے ریشم کا ہو گا اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ پھر یہ کہ ان کا رب انہیں خود پاکیزہ شراب (مشروب) پلائے گا۔ یقیناً یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے اور تم نے جو دنیا میں محنت کی اس کی قدر دانی ہے"۔ (آیات ۱۲ تا ۲۲)

ان آیات میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ انسان اس دنیا میں اپنے رب کے حکم سے جن خواہشات نفسانی سے رکا رہا اور اپنے آپ کو تھامے رکھا' اس صبر کے بدلے میں ان انعامات کے ذریعے اس کی قدر دانی کی جائے گی۔

سورۂ دہر کی اگلی آیات بڑا حکیمانہ انداز لئے ہوئے ہیں۔ فرمایا :

"(اے پیغمبرؐ) ہم نے ہی آپ پر قرآن نازل کیا ہے تھوڑا تھوڑا کر کے۔ پس اپنے مالک کے فیصلے کا انتظار کیجئے اور مت کہا مانئے کسی گنہگار یا ناشکرے کا"۔ (آیات ۲۳-۲۴)

تنزیل قرآن کے تذکرہ کا مطلب یہ ہے کہ اسے آپؐ نے خود تصنیف نہیں کیا جیسا کہ یہ مشرکین خیال کرتے ہیں۔ چونکہ ابھی آپؐ کی دعوت ابتدائی مراحل میں تھی اور کوئی آپؐ کی بات سننے کو تیار نہ تھا اس لئے آپؐ سے کہا جا رہا ہے کہ آپؐ صبر کیجئے' ہم ان پر اتمام حجت کے بعد ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ عنقریب آپؐ کو ان کفار سے جہاد کرنے کا حکم دیا جائے گا' جب تک یہ حکم نہ آئے آپؐ ان کی ایذا رسانی کو صبر و ہمت سے برداشت کرتے رہئے۔ اور اگر یہ دھمکی یا لالچ دے کر آپؐ کو دعوتِ حق کے کام سے باز رکھنا چاہیں تو آپؐ ان کی بات پر ہرگز کان نہ دھریں بلکہ دعوت کا کام پوری توجہ اور تندہی سے جاری رکھیں۔

آگے ارشادِ ربانی ہے :

"(اے نبی) آپؐ اپنے رب کا نام لیا کیجئے صبح اور شام کے اوقات میں۔ اور رات کے ایک طویل حصہ میں

اس (رب) کے لئے سجدہ اور تسبیح کا اہتمام کیا کریں"۔
(آیات ۲۵-۲۶)

قرآن کے دوسرے مقامات پر بھی نماز پنج گانہ کی فرضیت سے پہلے صبح اور شام یعنی فجر اور عصر کی نماز کا تذکرہ ملتا ہے' جبکہ رات کے سجدہ سے مراد تہجد کی نماز ہے۔ اللہ کی یاد کی تاکید اس لئے ہے کہ یہی وہ تعلق ہے جو راہ حق میں آنے والی تکالیف پر صبر کرنے اور اس راہ میں ثابت قدم رہنے کے لئے قوت فراہم کرتا ہے۔

اگلی آیات میں آیاتِ الٰہی کا انکار کرنے والوں کی اس روش کا سبب بتایا گیا ہے۔ فرمایا :

"تحقیق یہ لوگ حب عاجلہ کے مرض میں گرفتار ہیں جبکہ آگے جو بھاری دن آنے والا ہو اس کو انہوں نے بھلا رکھا ہے"۔ (آیت ۲۷)

اللہ کے احکامات سے روگردانی کا اصل سبب دنیا کی محبت ہے

یہاں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ آپؐ کی محنت یا بات میں کوئی کمی ہے بلکہ جو لوگ آپؐ کی بات پر دھیان نہیں دے رہے (یا مخالفت کر رہے ہیں) یہ لوگ در حقیقت آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دے رہے ہیں۔ بقول اقبال ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق!

آگے فرمایا :

"(اے نبیؐ) ہم نے ہی ان کو بنایا ہے اور ان کے جوڑ مضبوطی سے باندھے ہیں۔ اور جب ہم چاہیں گے انہیں ان جیسے دوسرے آدمیوں سے بدل ڈالیں گے"۔ (آیت ۲۸)

یعنی جیسے ہم نے ان لوگوں کو پیدا کیا ہے اسی طرح ہمارے لئے ان جیسے آدمیوں کو دوبارہ کھڑا کرنا کچھ مشکل نہیں۔

پھر فرمایا :

"در حقیقت یہ سب باتیں نصیحت کے لئے ہیں۔ پس جو کوئی چاہے اپنے رب کی راہ پکڑ لے' اور تم کوئی بات چاہ بھی نہیں سکتے جب تک اللہ نہ چاہے بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا' حکمت والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے داخل کرتا ہے اپنی رحمت (یعنی بہشت) میں اور ظالموں (مشرکوں) کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ (آیات ۲۹-۳۰)

بندہ کا چاہنا اللہ کے چاہنے کے تابع ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کس کی قابلیت و استعداد کس قسم کی ہے اور کس میں ہدایت کی کتنی طلب ہے۔ پھر اسی کے مطابق وہ اسے نیکی کی توفیق دیتا ہے یا برائی کے راستہ پر چلتے رہنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کسی بندے کے حق میں جو فیصلہ کرتا ہے وہ الل ٹپ نہیں ہوتا اور نہ اس میں کسی طرح بے انصافی پائی جاتی ہے۔ بلاشبہ وہ سراسر علم و حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور اسی طرح بروز قیامت کسی کا جنت میں داخلہ یا کسی کے بارے میں عذاب کا فیصلہ اس کی اسی حکمت بالغہ کے تحت ہوگا۔

حالات حاضرہ

بش یا الگور میں سے کوئی بھی صدر بنے امریکی پالیسی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی' اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکہ کو ہر حال میں اپنے مفادات عزیز ہیں۔ تاہم الگور کی نسبت بش کی صدارت ہمارے نقطہ نگاہ سے بہتر ہے کیونکہ الگور نے اپنے ساتھ ایک یہودی شخص کو نائب صدر کے عہدہ کے لئے نامزد کیا ہے۔ لہٰذا الگور کے صدر بننے کے بعد یہودیوں کے لئے امریکی صدارت کے عہدے پر قابض ہونا بہت آسان ہو جائے گا جو عالم اسلام کے لئے بہت خطرناک ہوگا۔ علاوہ ازیں امریکہ عالمی قیام امن کی انہی کوششوں میں دلچسپی لیتا ہے جو اس کے اپنے مفاد میں ہوتی ہیں جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ مشرقی تیمور میں عیسائی ریاست کے قیام کے لئے تو فوراً فوج بھیج دی گئی لیکن یاسر عرفات کی بار بار اپیلوں کے باوجود فلسطین میں فوج نہیں بھیجی گئی۔

فلسطین اسرائیل جھگڑا اب عرب اسرائیل تنازعے کی صورت اختیار کر چکا ہے اور گنبد صخرہ کے معاملے میں یاسر عرفات یا ایہود باراک کے لئے پیچھے ہٹنا اب ممکن نہیں رہا۔ لہٰذا بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے اس مسئلے کا منطقی نتیجہ الملحمۃ العظمیٰ یا آرمیگاڈان ہی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

تنظیم الاخوان کے امیر مولانا اکرم اعوان نے حکومت کو نفاذ اسلام کا جو الٹی میٹم دیا ہے وہ لائق تحسین ہے۔ البتہ مولانا اکرم اعوان صاحب کا یہ کہنا کہ اس تحریک کے لئے میدان میں نکلنے والے کارکنوں پر اگر گولیاں چلیں تو وہ بندوقیں چھین لیں گے میری دانست میں مناسب نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں خانہ جنگی کا اندیشہ ہے' جس کے نتیجے میں نفاذ اسلام کی منزل قریب آنے کی بجائے دور ہو سکتی ہے۔ اگر اس احتجاجی تحریک کا معاملہ یک طرفہ رہے تو کامیابی کی زیادہ امید ہے۔

میں جماعت اسلامی کے عظیم اجتماع قرطبہ میں دینی جماعتوں کو پہلے ہی ایسی تجویز دے چکا ہوں کہ تمام دینی جماعتیں حکومت کو ۲۷/ رمضان المبارک تک ملک میں نفاذ شریعت' سودی نظام کے کامل انسداد اور بلدیاتی اداروں میں خواتین کی ۳۳% نمائندگی کے فیصلہ کی واپسی کے لئے الٹی میٹم دیں۔ اگر حکومت اس کی تعمیل نہ کرے تو یکم جنوری ۲۰۰۱ء سے عوامی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا جائے۔ میری ان تجاویز کی تائید تمام شرکاء اجتماع نے ہاتھ اٹھا کر بھرپور انداز میں کی۔ لہٰذا اب یہ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد اور دینی جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قرارداد کے مطابق تحریک چلانے کا فیصلہ کریں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ دینی جماعتوں نے ماضی میں کسی دینی ایشو پر تحریک چلانے کی بجائے سیکولر جماعتوں کے ساتھ مل کر صرف سیاسی اشوز پر تحریک چلائی' جس کی وجہ سے پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہ ہو سکا۔ اگر دینی جماعتیں اب بھی متحد ہو کر نفاذ شریعت کے لئے تحریک چلائیں تو انہیں ان شاءاللہ ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ OO

(مرتب : فرقان دانش خان)

تلاشِ گمشدہ

حضرات! ہم سے "خلوص" گم ہو گیا ہے' اس کی عمر کئی ہزار برس ہے' بڑھاپے کی وجہ سے کافی کمزور ہو گیا ہے۔ گھر سے "خود غرضی" سے ان بن ہونے کی وجہ سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔ اس کے بارے میں گمان یہ ہے کہ انسانوں کی وجہ سے اِدھر اُدھر ہو گیا ہے۔ اس کو آخری بار "ہمدردی" کے ساتھ دیکھا گیا تھا' تب سے ان دونوں کی کچھ خبر نہیں۔

اس کے بھائی "اخوت" اور "سخاوت" بہت پریشان و بے قرار ہیں اور بہن "حب الوطنی" کا تو کچھ نہ پوچھیں۔ جبکہ اس کے دو دوست "محبت" اور "مہربانی" اس کی تلاش میں خود کھو گئے ہیں۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے دشمن شرپسندوں نے "تعصب" اور "ہوس" کے ساتھ مل کر تباہی و بربادی مچا رکھی ہے' اس کی جڑواں بہنیں "شرافت" اور "حیا" اس کے غم میں فوت ہو گئی ہیں۔ اس کی ماں "انسانیت" شدید بیمار ہے' اپنے جگر گوشے "خلوص" سے ملنا چاہتی ہے تاکہ بقایا عمر اس کے ساتھ آرام سے گزار سکے!!

آپ سب حضرات سے گزارش ہے کہ جس کسی کو وہ ملے' وہ براہِ مہربانی اسے اس کی ماں کے پاس پہنچا دے۔

(مرسلہ : (حافظ) سید محمد مامون رشید' حیدر آباد)

امریکی انتخابات اور یہودی میڈیا

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ہفتہ رواں میں تین اہم واقعات رونما ہوئے جن میں سے ہر ایک کا ذکر بہت ضروری ہے۔ امریکی صدارتی انتخابات کے نتائج لٹک گئے ہیں۔ دوسرا نوائے وقت کراچی کے دفتر میں بم دھماکہ جو شاید خود کش دھماکہ تھا اور تیسرا اہم واقعہ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (OIC) کا نواں اجلاس ہے جو قطر کے دارالحکومت دوحہ میں شروع ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ یہ اجلاس ابھی جاری ہے لہٰذا اس پر ان شاء اللہ اگلے ہفتے گفتگو ہو گی۔

جمہوریت امریکیوں کے ایمان کا حصہ ہے اور ان کی متفقہ رائے ہے کہ عوام کی رائے سے زیادہ مقدس کوئی دوسری شے کائنات میں نہیں ہے۔ یہ رائے کیا ہے اور [illegible] ہوئی ہے' اس کا فیصلہ کرنے میں [illegible] ہیں اور اب ووٹوں کی گنتی کے [illegible] طریقہ استعمال ہو رہا ہے یعنی ہاتھوں سے گنتی شروع ہو چکی ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ ہاتھ سے گنتی کو جارج بش نے عدالت میں چیلنج کر دیا ہے۔ صرف گنتی کا معاملہ متنازعہ نہیں ہوا بلکہ دھاندلی کے الزامات کا تبادلہ بھی ہوا ہے۔ کئی بیلٹ بکس ایسی جگہوں پر پائے گئے ہیں جہاں انہیں نہیں ہونا چاہئے تھا اور اب اِس قسم کی آوازیں بھی آ رہی ہیں کہ عوام کو صدر کے چناؤ کا براہ راست حق ہونا چاہئے۔ اکیسویں صدی میں الیکٹرول کالج اور یہ پیچیدہ نظام بے معنی اور فضول ہیں یہاں تک کہ خاتون اول ہیلری کلنٹن جو اس انتخاب میں سینیٹر منتخب ہوئی ہیں انہوں نے بھی ایک بیان میں الیکٹرول کالج کو ناکارہ اور فرسودہ قرار دیا ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہوئی کہ ایک بار بش کی کامیابی کا اعلان کر دیا گیا لیکن بعد ازاں یہ اعلان واپس لے لیا گیا جبکہ وہ بہت سی مبارکبادیں بھی وصول کر چکے تھے۔ سوال یہ ہے کہ جس ملک میں جمہوریت کی جڑیں انتہائی مضبوط ہوں' جہاں ادارے چٹان کی طرح مضبوط ہوں' جہاں عوامی رائے کو اتنا تقدس حاصل ہو وہاں یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہو گیا۔

ہماری رائے میں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی امریکی انتظامیہ پر اپنے قبضہ کو منطقی انجام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ پس پردہ رہ کر ایک عرصہ سے امریکی انتظامیہ کو ریموٹ کنٹرول سے چلا رہے تھے لیکن محسوس ہوتا ہے کہ اب وہ ان تکلفات کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا انتخابات میں ڈیموکریٹ صدارتی امیدوار کو اس شرط پر حمایت کا یقین دلایا گیا کہ وہ اپنا نائب یعنی امریکہ کے نائب صدر کے عہدہ کے لئے ایک یہودی کا انتخاب کرے گا۔ لہٰذا جونہی انہوں نے اس شرط کو تسلیم کیا یہودیوں نے اپنا وزن ان کے پلڑے میں ڈال دیا لیکن اس فیصلہ میں اتنی تاخیر ہوئی کہ میڈیا جو یہودیوں کے مکمل کنٹرول میں ہے وہ کام نہ دکھا سکا جس کی انہیں توقع تھی۔ پھر یہ کہ یہودیوں کے یکطرفہ رویئے نے مسلمانوں کو بش کی طرف دھکیل دیا۔ وہ طبقہ بھی جو امریکہ پر یہودیوں کے تسلط کو بری طرح محسوس کر رہا ہے وہ بھی بش کی پشت پر آ گیا۔ یہ طبقہ اپنے اثر و رسوخ کے لحاظ سے تو غیر مؤثر ہے لیکن تعداد کے لحاظ سے مناسب ہے۔ یہ شکست اب یہودیوں کو ہضم نہیں ہو رہی۔ لہٰذا انہوں نے

مرزا ایوب بیگ

اعلیٰ قیادت پر تنقید کی۔ لہٰذا اس کے نتیجے میں اسے سبق سکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگرچہ یہ امکان اتنا واضح نہیں ہے اور ایم کیو ایم کے شیخ آفتاب کی بات کسی حد تک وزنی لگتی ہے کہ جب ہمیں معلوم تھا کہ کراچی میں نوائے وقت میں ہونے والا دھماکہ ہمارے ہی سر پر تھوپا جائے گا تو ہم یہ کام کیسے کر سکتے تھے۔ یہ بات بھی خارج از امکان نہیں کہ "را" نے نوائے وقت کے کراچی دفتر میں بم دھماکہ کروایا ہو اور اس کا مقصد یہ ہو کہ کراچی میں ہونے والی واردات' ایم کیو ایم ہی کے کھاتے میں پڑے۔ حکومت چونکہ اس وقت دھماکوں کے ہاتھوں سخت پریشان ہے۔ لہٰذا کراچی کی اسلحہ کی نمائش کی وجہ سے وہ گھبرا کر ایم کیو ایم کے خلاف سخت کارروائی کرے گی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ایم کیو ایم اور حکومت کے درمیان کشیدگی اپنی انتہا کو پہنچ جائے گی۔ ان حالات اور دو طرفہ تنگ نظری کی فضا میں جبکہ بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ایم کیو ایم کے بعض لیڈران خصوصاً الطاف بھائی کی طرف سے ایسے بیان پڑھنے اور سننے میں آ رہے ہیں جن سے حکومت مخالفت ہی نہیں ریاست مخالفت کا مطلب بھی نکالا جا سکتا ہے' اس الزام سے ان کے مخالفانہ جذبات کو مزید بھڑکایا جا سکے گا اور اس طرح جلتی پر تیل ڈالا جائے گا۔ لہٰذا ہماری رائے میں بھی نوائے وقت کراچی میں دھماکہ "را" ہی کی کارروائی محسوس ہوتی ہے تاکہ اوپر بیان کردہ دونوں مقاصد حاصل کئے جا سکیں یعنی اولاً کراچی کو غیر محفوظ شہر ظاہر کر کے غیر ملکی وفود کو اسلحہ کی صنعت کی نمائش سے دور رکھا جا سکے۔ ثانیاً حکومت اور ایم کیو ایم کے درمیان کشیدگی کو بڑھا کر کشمیر میں ہونے والی کارروائیوں کا بدلہ لیا جا سکے۔

ہم حکومت اور ایم کیو ایم دونوں سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ دشمن کی چال کو سمجھیں۔ حکومت قوم پرست لیڈروں کی عام جلسوں میں تقاریر کا زیادہ نوٹس نہ لے اور انہیں قومی دھارے میں لانے کے لئے ان سے مذاکرات کرے۔ ہماری رائے میں پانی ابھی سر سے نہیں گزرا ابھی وقت ہے حکومت انہیں دل کی بھڑاس نکالنے دے اور افہام و تفہیم کا انداز اختیار کرے اور اس معاملے میں اکتاہٹ یا تھکاوٹ کو اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس عمل کو اگر تسلسل سے جاری رکھا گیا تو اس کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے انہیں کبھی یہ محسوس نہیں ہونا چاہئے کہ انہیں دھتکار دیا گیا ہے۔ ہم دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ انفرادی سطح پر ایک آدھ فرد کی بات دوسری ہے بحیثیت مجموعی پرانے سندھی یا مہاجر پاکستان سے علیحدگی کا کوئی تصور بھی نہیں رکھتے۔ انہیں دیوار سے لگانے کی بجائے سینے سے لگایا جائے۔ قوم پرست لیڈران کو بھی کسی کی انگیخت پر اپنوں کو برا بھلا کہنے کی انتخابات کے تمام عمل ہی کو متنازعہ بنا دیا ہے۔ اس تنازعہ کو اب وہ ہر حالت میں اپنے حق میں استعمال کریں گے اگر الگور صدر منتخب ہو گئے تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ یاد رہے کہ امریکی صدر کی موت یا کسی وجہ سے دوران صدارت نااہل ہو جانے کی صورت میں نائب صدر امریکہ کا صدر بن جاتا ہے۔ لہٰذا الگور کی زندگی کو دورانِ صدارت خطرہ ہی رہے گا۔ لیکن مسلمان خصوصاً پاکستانی جمع خاطر رکھیں زیادہ توقع یہی ہے کہ بش صدر منتخب ہو گئے تو ان کا دور صدارت بھی یہودیوں کو منانے اور اپنانے میں گزر جائے گا' یہودی اس کی پوری پوری قیمت وصول کرے گا۔ اس وقت اسرائیل اور فلسطین کے مابین کشیدگی اپنی انتہا کو

پہنچی ہوئی ہے اور صورتحال کسی وقت کنٹرول سے باہر ہو سکتی ہے۔ یہودیوں کو اسرائیل کے تحفظ کے لئے امریکی امداد اور اس کی مکمل پشت پناہی کی ضرورت ہے۔ ہماری رائے میں بش بھی صدر بنے تو وہ یہودیوں کے تسلط سے آزاد ہونے کی بجائے انہیں رام کرنے کی کوششیں کریں گے۔ یہودیوں کو اس وقت دو چیزیں بری طرح کھٹک رہی ہیں ایک مسجد اقصیٰ کا وجود اور دوسرا پاکستان کا ایٹمی قوت ہونا۔ اللہ ہی دونوں کی حفاظت فرمائے اور ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں۔

اس ہفتہ کا دوسرا اہم واقعہ نوائے وقت کی بلڈنگ میں بم دھماکہ ہے جس میں تین افراد جاں بحق ہو گئے اور کئی شدید زخمی ہوئے۔ ایک اخبار کے دفتر میں شاید یہ پہلا بم دھماکہ تھا۔ اس دھماکہ کی ایک وجہ تو شاید یہ ہو کہ کراچی میں پہلی دفاعی نمائش جو آئیڈیاز 2000 کے نام سے ہو رہی ہے' جس سے پاکستان کے اسلحہ کی صنعت کو بہت بڑا بریک تھرو مل سکتا ہے' اور جو پاکستان کے لئے کثیر زرمبادلہ کمانے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ لہٰذا کراچی کو غیر محفوظ شہر ثابت کر کے غیر ملکیوں کو خوفزدہ کیا جائے تاکہ یہ شو فلاپ ہو جائے اور پاکستان متوقع فوائد حاصل نہ کر سکے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ ایم کیو ایم کی اعلیٰ قیادت نے حال ہی میں اقبال اور قائداعظم کے خلاف ریمارکس دیئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ علامہ اقبال کی تحریک پاکستان میں کوئی خدمات نہیں ہیں۔ شنید یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ پاکستان بنانا سب سے بڑی غلطی تھی اور دو قومی نظریہ غلط اور باطل ثابت ہوا ہے۔ جس پر نوائے وقت نے جو نظریہ پاکستان کا سب سے بڑا نقیب ہے اور علامہ اقبال اور قائداعظم کی مدح جس کے ایمان کا حصہ ہے' ایم کیو ایم کی بجائے گفت و شنید کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر اعلیٰ ظرفی اور وسیع النظری کا مظاہرہ کیا گیا تو دشمن بری طرح ناکام ہو گا' ان شاء اللہ۔

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان / ضربِ مومن' 3 تا ۹ نومبر ۲۰۰۰ء

میدان شہر قاتل اور زانی کو سرعام سزا

میدان شہر کے ضلع [illegible] کے گاؤں علی خیل کے رہائشی عظمت خان ولد فضل الرحمن جس نے گزشتہ دنوں اپنی بھابھی کو زنا کے بعد قتل کر دیا تھا' طالبان پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ ملزم نے دوران تفتیش اپنے جرم کا اقرار کیا جس کے بعد ملزم کو تینوں عدالتوں کے فیصلے اور حضرت امیرالمومنین کی توثیق کے بعد میدان شہر کے مرکز میں ہزاروں افراد کی موجودگی میں سرعام قصاصاً قتل کیا گیا' اس موقع پر عدالت کے قاضی نے بتایا کے مجرم نے بغیر جبر و تشدد اپنے جرم کا اعتراف کیا تھا۔

تخار کے سب سے اہم کمانڈر داؤد اور کمانڈر فہیم میں شدید اختلافات

شمالی اتحادوں کے کمانڈروں میں باہمی اختلافات انتہائی شدت اختیار کر چکے ہیں۔ انتہائی باوثوق ذرائع کے مطابق تخار کے سب سے اہم باغی کمانڈر داؤد جس پر احمد شاہ مسعود کو سب سے زیادہ اعتماد تھا' جنرل فہیم اور کمانڈر داؤد کے درمیان انتہائی سخت اختلافات پیدا ہو چکے ہیں۔ فرخار سے موصولہ اطلاعات کے مطابق تخار کے اہم کمانڈر داؤد کے اکثر ساتھی پڑوسی ملکوں کو فرار ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ طالبان سے مسلسل شکست اور ہزیمت اٹھانے کے بعد اپنے مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے۔ کمانڈروں کے افرادی قوت کم ہونے کے باعث نئے جنگجوؤں کو پنجشیر سے بلایا گیا ہے۔ ذرائع کے مطابق جنرل فہیم نے کمانڈر داؤد کو افرادی قوت پوری کرنے کا ہدف سونپا تھا جسے پورا کرنا کمانڈر داؤد کے بس میں نہ تھا جس کے باعث دونوں میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔ بعد ازاں دونوں نے اپنے مراکز علیحدہ کر لئے۔ واضح رہے کہ اس وقت تک دونوں کمانڈروں کے مرکز یکجا تھا۔ جو درہ فرخار میں کمانڈر صدر روبی کے مکان میں قائم تھا۔ جسے بعد ازاں کمانڈر داؤد نے چھوڑ کر دوسرے مقام پر منتقل کر لیا۔ فرخار سے ملنے والی تازہ ترین اطلاعات کے مطابق شمالی اتحاد کے کمانڈر طالبان سے مسلسل شکست و ہزیمت اٹھانے اور افرادی قوت کی شدید کمی کے باعث انتہائی پریشانی کا شکار ہیں جس کے باعث وہ طالبان سے مقابلے کی سکت کھو بیٹھے ہیں۔

طالقان : احمد شاہ مسعود اور روس کے خلاف دس ہزار افراد کا احتجاجی مظاہرہ

اہل طالقان نے مسعود اور روسی وزیر دفاع کی ملاقات پر شدید ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے گزشتہ روز ایک زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا جو بعد میں ایک احتجاجی جلسہ کی شکل اختیار کر گیا۔ تقریباً دس ہزار افراد نے اس احتجاجی مظاہرے اور جلسہ میں شرکت کی جس سے مختلف افغان اقوام تاجک' پشتون اور ازبک وغیرہ کے قومی رہنماؤں اور علماء نے خطاب کیا۔ مقررین نے مسعود کی روس دوستی اور غداری پر کڑی نکتہ چینی کی' مقررین نے کہا کہ ہم نے مسعود اور ربانی کا ساتھ صرف جہاد کے لئے دیا تھا' اب جبکہ ان دونوں نے جہاد سے غداری اور دشمن سے دوستی شروع کر دی ہے تو ہم ان کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ مظاہرہ کے دوران نعرۂ تکبیر اللہ اکبر' روس مردہ باد' اسلام اور وطن کے غدار مردہ باد کے نعرے لگائے گئے۔ مظاہرین نے مسعود کی روس دوستی کو مسترد کرتے ہوئے روسی پرچم نذر آتش کیا۔

نامے میرے نام

محترم عاکف سعید صاحب

مدیر ندائے خلافت لاہور

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

امید ہے کہ آپ اور تمام معاونین برائے ندائے خلافت بخیر و عافیت ہوں گے۔ ندائے خلافت کے مضامین واقعی ہماری مردہ ارواحوں کو ندائے خلافت دے رہے ہیں۔ ساتھ ہی لوگوں کی ذہنی و فکری تربیت میں بھی نہایت موثر کردار ادا کر رہے ہیں۔ درست معنوں میں خلافت کا مفہوم اور خلافت کے قیام کے لئے راہ عمل پیش کر رہے ہیں یا یوں کہہ لیں کہ جس مقصد کے لئے آج سے تین سال قبل ندائے خلافت کا قیام عمل میں آیا تھا وہ ماشاء اللہ کماحقہ پورا ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید مزید ترقی نصیب فرمائے۔

اگر اسی طرح کاوشیں جاری رہیں تو ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب واقعی خلفائے راشدین کے نمونے پر اولاً پاکستان میں اور بعد ازاں سارے جہان میں خلافت کا قیام ممکن ہو سکے گا اور یوں وہ چھتری جو برس ہوئے ہمارے اوپر سے ہٹ چکی ہے وہ واپس آ جائے گی۔ انتظار ہے تو صرف ایک خدا ترس خلیفہ کا (جس کو بھرپور تائید خداوندی حاصل ہو) جو اس قوم و ملت کی لگام اپنی عمیق بصیرت' مثبت سوچ و فکر اور انقلابی جدوجہد کے ذریعہ اپنے ہاتھ میں لے لے۔

ندائے خلافت میں نئے سلسلوں کا اجراء واقعی مفید ہے۔ ندائے خلافت کے فروغ میں جو کچھ ہو سکے گا' کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

آخر میں میرے والد محترم سید محمد ہارون رشید اور میری طرف سے محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں خاص طور سے سلام عرض کریں۔ امید ہے کہ حضرت کی آنکھوں کا آپریشن کامیاب ہوا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ صحت و تندرستی کے ساتھ سلامت رکھے اور جس انقلابی جدوجہد کا آغاز آپ نے کیا ہے وہ مکمل ہو۔ آمین

والسلام مع الاکرام

(حافظ) سید محمد مامون رشید

نائب مدیر جامعۃ السادات

للبنین والبنات حیدر آباد

موجودہ استحصالی نظام کا تریاق' نظام خلافت

مرزا ندیم بیگ

لاہور کے معروف علاقے گوالمنڈی میں حکومتی ادارے "پارکس اینڈ ہارٹیکلچر اتھارٹی" نے ترقی یافتہ ممالک کی طرز پر ایک بازار بنایا ہے جسے "فوڈ سٹریٹ" کا نام دیا گیا ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس بازار میں لاہوریوں کے مزاج کے مطابق کھانے پینے کی اشیاء کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ گوالمنڈی کا علاقہ پہلے ہی کھابے کھانے کے حوالے سے مشہور ہے مگر حکومتی ادارے نے اپنی تیار کردہ "فوڈ سٹریٹ" کو کامیاب بنانے کے لئے اس کی بے حد تشہیر کی ہے اور مزید یہ کہ لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے علاقے کی پرانی عمارتوں کو رنگ روغن اور خوبصورت رنگ برنگی روشنیوں سے سجایا گیا ہے۔ حکومتی ادارے "پارکس اینڈ ہارٹیکلچر اتھارٹی" نے یہ بازار اس ملک میں سجایا ہے جہاں ملک کی ۴۲ فیصد جی ہاں ۴۲ فیصد آبادی خط افلاس سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے اور چند روز قبل اسی فوڈ سٹریٹ کے شہر لاہور میں کوہاٹ کے رہائشی ۲۸ سالہ نوجوان کرم شاہ نے موجودہ استحصالی نظام کے نتیجے میں بھوک اور بے روزگاری کے کے ہاتھوں میں تنگ آکر مینار پاکستان سے کود کر جان دے دی۔ اس طرح جنوبی وزیرستان میں بھی ایک بھوکے خاندان کے سربراہ نے اپنے گھر کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور وعظ و نصیحت کے بعد بم چلا دیا جس سے پورا مکان تباہ ہو گیا اور سربراہ اپنی دو بیٹیوں سمیت ابدی نیند سو گیا جبکہ دو بچوں سمیت پانچ افراد موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔

قارئین محترم! ہمارے ملک میں ایسے بے شمار واقعات روزانہ ہوتے ہیں۔ حکومت کو ایسے واقعات کے سدباب کے لئے اقدامات کرنا چاہئیں مگر اسے بے حسی کہئے یا منافقت کہ ایک جانب لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اور دوسری جانب وہ فوڈ سٹریٹس کا اہتمام کر رہی ہے۔ حکومت کے ساتھ معاشرے کے کھاتے پیتے اور خوشحال طبقات کی کیفیت بھی یہ ہے کہ وہ "میکڈونلڈ' کے ایف سی اور پیزا ہٹ کے مہنگے کھانوں سے اپنی صبح کا آغاز اور شام کا اختتام کرتے ہیں۔ سرکاری ذرائع کے مطابق پاکستان میں سولہ ہزار افراد ارب پتی ہیں جبکہ کروڑ اور لکھ پتیوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ مگر ہمارے خوشحال طبقے کی اکثریت کی مثال بھی حکومتی منافقانہ طرز عمل جیسی ہے کہ حرام ذرائع سے کما کر مہنگے کھانوں سے اپنے پیٹ کی آگ بجھانا اور آخرت میں اپنے آپ کو بخشوانے کے خیال سے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لئے مساجد' مدارس اور دینی جماعتوں کو لاکھوں کے عطیات اور چندے دینے کے علاوہ عمرے اور ہر سال حج پر لاکھوں روپے خرچ کر ڈالنا ہیں مگر یہ لوگ کبھی اپنے ملازموں اور نوکروں کو اتنی تنخواہ نہیں دیتے کہ جس سے وہ تین وقت سکھ اور چین کے ساتھ روکھی سوکھی کھا سکیں' حالانکہ جس معاشرے میں نوجوان مینار پاکستان سے کودیں اور خاندان بموں سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیں اس معاشرے کے امراء اور خوشحال طبقات کا اولین فریضہ ہے کہ وہ معاشرے کے بھوکے اور ننگے لوگوں کی کفالت کا انتظام کریں۔

موجودہ حکومت نے بھی غربت کے خاتمے کے لئے ۳۰ کروڑ روپے کی رقم مختص کر رکھی ہے۔ اس رقم سے غربت کے آسیب سے نجات پانا خام خیالی اور جنت الحمقاء میں رہنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ جس ملک کے بے اختیار مملکت کی رہائش ایوان صدر کا روزانہ کا خرچ لاکھوں میں ہو' ایک سرکاری دعوت کا خرچ کروڑوں روپے ہو' اور سرکاری بنگلوں پر دس دس گاڑیاں اور ان گاڑیوں کے چلنے پر کروڑوں روپے کا پٹرول خرچ ہوتا ہو اور غریبوں کے خون اور پسینے کی کمائی پر سربراہان حکومت اپنی عبادت یعنی حج کریں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ایک سابق وزیر اعظم کے چھ عمروں پر ۱۸ کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ جہاں یہ صورتحال ہو وہاں غریب کی حالت بدلنے اور غربت کے خاتمے کا خواب دیکھنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

قارئین محترم! ہمارے ملک میں رائج استحصالی نظام کی ایک صورت تو یہ ہے' مگر دوسری جانب رسالت مآب ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دورِ مبارک کا جائزہ لیں تو جہاں دولت کا بہاؤ اندر سے باہر کی جانب' ذات سے اجتماعیت کی طرف' خاندان سے معاشرے اور عیال سے عیال اللہ کی جانب مڑ گیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک عورت مکہ سے سونا اچھالتی ہوئی صنعا چلی جاتی ہے مگر اس کی جانب کوئی میلی آنکھ نہیں اٹھتی تھی۔ پھر چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ لوگ اپنی دولت ہاتھوں میں لئے پھر رہے ہیں مگر دینے میں کوئی سائل نہیں ملتا۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ صورت ہو گئی تھی کہ بیت المال میں مال رکھنے کی جگہ نہ تھی لہٰذا لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے زکوٰۃ اور صدقات مقامی طور پر خود مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں آذربائی جان کی فتح کی خوشی میں ایک صحابی نے دو ٹوکریاں مٹھائی آپ کی خدمت میں بھجوائیں جو آپ نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم کوئی ایسی چیز نہیں کھاتے جو عام انسانوں کو بآسانی میسر نہ ہو۔

قارئین محترم! یہ فرق اللہ تبارک و تعالیٰ کے عطا کردہ نظام اور موجودہ استحصالی نظام میں ہے۔ اور اگر ہم نے اس کے نفاذ کے لئے عملی جدوجہد نہ کی تو ہمارے ملک میں بے روزگاری' بھوک' ننگ اور افلاس کا جو عریاں رقص جاری ہے اور جس کے نتیجے میں اغوا' ڈکیتی' چوری' قتل اور رہزنی کی وارداتیں عام ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ معاشرے میں بڑے فساد کی صورت میں نمودار ہو گا۔ اس سے بچاؤ کی صورت صرف ایک ہے کہ ہم خوشحالی اور برکتوں سے بھرپور نظام "خلافت" کے نفاذ کے لئے تن من دھن سے تیار ہو جائیں جس کے نفاذ کی جدوجہد میں ہماری کامیابیوں کا راز ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس کام کو سرانجام دینے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امیر تنظیم اسلامی کی نیویارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کے لئے روانگی

ان شاء اللہ العزیز' امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد 16 نومبر سے عمرہ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ امیر محترم وہیں سے دورۂ ترجمہ قرآن کے لئے نیویارک روانہ ہو جائیں گے اور وہاں انگریزی زبان میں دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل فرمائیں گے۔ نائب امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب بھی اس سفر میں ان کے ہمراہ ہیں' جو شکاگو میں ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام میں مدرس کے فرائض ادا کریں گے۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام

امراء و ناظمین حلقہ جات سے گزارش ہے کہ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی تفاصیل جلد از جلد ارسال کر دیں تاکہ ندائے خلافت میں بروقت شائع ہو سکیں۔

اُمت مسلمہ کی عمر اور ہمارا موقف

روزنامہ خبریں میں شائع ہونے والے مضمون "ڈاکٹر اسرار احمد جواب دیں" کے جواب میں اخبار کو لکھا گیا وضاحتی مراسلہ

۱۴/اکتوبر کے روزنامہ خبریں میں عبد السلام بن محمد کے شائع ہونے والے مضمون کے جواب میں مذکورہ اخبار کے مدیر کو ہماری طرف سے ایک وضاحتی خط لکھا گیا جو نامعلوم وجوہات کی بنا پر شائع نہیں کیا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ عبد السلام صاحب کا یہی مضمون بعض دوسرے اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس مضمون کے حوالے سے رفقاءِ تنظیم کے بار بار استفسار کے پیش نظر مذکورہ جوابی وضاحتی مراسلہ ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جناب ایڈیٹر صاحب' روزنامہ خبریں

السلام علیکم

جناب عبد السلام بن محمد کا مضمون "ڈاکٹر اسرار احمد جواب دیں" (خبریں' ۱۴/اکتوبر) کئی دنوں کے بعد ہماری نظروں سے گزرا ہے جس کی وجہ سے جواب عرض کرنے میں تاخیر ہوئی۔ بہرحال عبد السلام بن محمد صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ایسی کوئی حدیث جس میں صریحاً یہ کہا گیا ہو کہ "امت محمدیہ کی عمر ڈیڑھ دن' یعنی پندرہ سو برس ہے اس اعتبار سے ہم اپنی عمر کی آخری حد میں پہنچ گئے ہیں" نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بھی کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث ہے بلکہ انہوں نے اپنے خطاب میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی اسی حدیث کا ذکر کیا تھا جس کا حوالہ محترم عبد السلام صاحب نے اپنے مضمون میں دیا ہے۔ انہوں نے مختلف احادیث اور قرآنی آیات کی روشنی میں اور بعض دیگر حوالوں سے ہی اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ امت محمدیہ کی عمر پندرہ سو برس ہے اور یہ اس کی آخری صدی ہے' مگر اخبارات کو بھیجا جانے والے مضمون مرتب کرتے ہوئے ہم سے یہ تسامح ہو گیا کہ اسے براہ راست حدیث کے طور پر درج کر دیا۔ اس پر عبد السلام بن محمد صاحب گرفت کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں گو یہ فریضہ بہتر انداز میں بھی ادا کیا جا سکتا تھا لیکن ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس غلطی کی جانب ہماری توجہ مبذول کرائی ہے۔ ہم اپنی اس کوتاہی پر واقعتاً معذرت خواہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی کے طلب گار ہیں۔

تاہم حقیقت احوال کی وضاحت کے طور پر عرض ہے کہ محولہ بالا حدیث اور بعض دیگر احادیث سے جو اشارہ ملتا ہے اس کی بناء پر کئی اہل علم حضرات کی یہ رائے رہی ہے کہ امت مسلمہ کی عمر ۱۵۰۰ سال کے لگ بھگ ہے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد بھی اسی رائے کو قابل ترجیح سمجھتے ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ قرآن حکیم میں دو مقامات پر مذکور ہے کہ اللہ کا ایک دن انسانوں کے حساب سے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ سورۃ السجدہ میں خاص طور پر مذکور ہے کہ اللہ تدابیر فرماتا ہے آسمانوں سے زمین کی طرف' ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہے۔ گویا اہل زمین کے لئے اللہ کی منصوبہ بندی ایک ہزار برس کے حساب سے ہوتی ہے۔ زیر نظر حدیث میں چونکہ امت مسلمہ کی عمر فی نفسہٖ موضوع نہیں ہے بلکہ امت کے لئے مہلت کا ذکر ہے لہٰذا اگر یہاں مذکورہ نصف دن کی مہلت کو اس معنی میں لیا جائے کہ جہاں ایک دن پر اتفاق [illegible] مہلت کا ذکر ہے [illegible] قرار پاتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ ایک قیاسی معاملہ ہے جسے قطعی اور حتمی انداز میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم چونکہ امت کے بعض نہایت قابل احترام اہل علم حضرات جن میں امام سیوطی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ شامل ہیں' اسی رائے کے حامل ہیں کہ امت مسلمہ کی عمر ایک ہزار اور ۱۵۰۰ برس کے درمیان ہے۔ لہٰذا اسے بالکل بے بنیاد قرار دینا صحیح نہیں۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب فتح الباری میں امتوں کی عمر کے بارے میں بعض دیگر احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: "ان احادیث سے یہ دلیل نکلتی ہے کہ امت مسلمہ کی عمر ایک ہزار سال سے بڑھ کر ہے کیونکہ بعض احادیث کے مطابق عیسائیوں اور مسلمانوں کی عمر ملا کر یہودیوں کی عمر کے برابر بنتی ہے اور اہل روایت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت تک یہودیوں کی عمر دو ہزار برس سے زیادہ اور نصاریٰ کی عمر اس وقت چھ سو برس بنتی ہے"۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے کتابچے "الکشف فی بیان خروج المھدی" میں کہا ہے کہ "آثار سے پتہ چلتا ہے کہ اس امت کی عمر ایک ہزار برس سے کچھ اوپر ہو گی اور یہ بڑھوتری ۵۰۰ سال سے قطعی طور پر زیادہ نہیں ہو گی"۔

اس کے علاوہ جامعہ الازہر کے شعبہ دعوت و ثقافت' دعوت اسلامی کالج سے منسلک ایک معروف سکالر جناب امین محمد جمال الدین نے اپنی کتاب "عمر امۃ الاسلام و قرب ظہور مہدی" میں جہاں امت مسلمہ کی عمر کے حوالے سے [illegible] ظاہر کیا ہے کہ امت مسلمہ کی عمر ۱۵۰۰ برس کے لگ بھگ بنتی ہے۔

سردار اعوان

معتمد ذاتی' ڈاکٹر اسرار احمد

۲۰ اکتوبر ۲۰۰۰ء

رفقاء و احباب مطلع رہیں

ان شاء اللہ العزیز اس سال قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور میں ماہ رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح میں دورہ ترجمہ قرآن کے پروگرام میں

ڈاکٹر عارف رشید صاحب

مدرس کے فرائض ادا کریں گے۔

☆ نماز عشاء رات 7:30 پر ادا کی جائے گی' جبکہ رات ساڑھے گیارہ بجے تک فراغت ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

☆ خواتین کی شرکت کے لئے باپردہ اہتمام ہو گا

المعلن: ناظم اعلیٰ' مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا گوجر خان میں جلسہ عام!

۲۳ اکتوبر کو گوجر خان کے سول کلب میں تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام جلسہ ہوا۔ جس میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض مشتاق حسین (امیر) نے ادا کئے۔ خلافت کے خدوخال اور اس کے عملی نقشہ پر مبنی ذوالفقار علی نے پیش کی ۔

خدا کو فقط حاکمیت کا حق ہے
یہی سوچ ہے احترام محمد (ﷺ)

شمس الحق اعوان ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے امیر محترم کی کوششوں کا مختصر جائزہ حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ جلسہ میں زندگی کے سبھی شعبوں سے تعلق رکھنے والی افراد نے شرکت کی۔

امیر محترم نے "امت مسلمہ دوراہے پر" کے موضوع پر خطاب کیا جس میں آپ نے سابقہ اور موجودہ امت مسلمہ کے ماضی' حال اور مستقبل سے حاضرین کو تفصیلاً آگاہ کیا۔ آپ کا اندازِ تخاطب ایسا تھا جس سے محسوس ہو رہا تھا کہ آپ حاضرین پر اتمام حجت کر رہے ہیں' حاضرین نے بھی امیر محترم کا خطاب اس ذوق اور توجہ سے سنا کہ ایک بھی فرد دوران تقریر اٹھ کر نہ گیا بلکہ بعض افراد امیر محترم کی تقریر کے دوران اشک بار تھے۔

(رپورٹ : حافظ محمد مشتاق ربانی)

منڈی بہاء الدین کے زیر اہتمام
سہ روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

سہ روزہ پروگرام منڈی بہاء الدین میں ۲۲ ستمبر بروز جمعہ بعد نماز عصر مسجد الفلاح سول ہسپتال میں ہوا۔ جس میں ۱۲ رفقاء نے شرکت کی۔ بعد نماز مغرب مسجد الفلاح میں محمد حسین صاحب نے "بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریاں" مسجد گلزار مدینہ (سوہاوہ) میں راقم نے "نظام خلافت کے قیام کی ضروریات" کے موضوع پر سورۃ النور کے حوالے سے اور مسجد محلہ روشنی پورہ میں پروفیسر اشرف ندیم صاحب نے پہلے سورۃ القیامہ کا درس دیا بعد نماز عشاء مسجد الفلاح میں ڈاکٹر مظفر اللہ خان صاحب نے سورۃ العصر کی روشنی میں ایمان و عمل صالح کے تقاضوں کو واضح کیا اور اس کے بعد کھانے سے پہلے' مسجد اور کھانے کے آداب بیان ہوئے۔

سونے سے پہلے ادعیائے ماثورہ و مسنونہ کا مذاکرہ ہوا۔

دوسرے دن بعد نماز فجر "سورۃ الرحمٰن" کو تجوید کے ساتھ پڑھایا گیا۔ جن رفقاء کو تجوید کے قواعد سے ناواقفیت تھی انہیں اہمیت کا احساس دلایا گیا کہ وہ جلد سے جلد قواعد سیکھیں۔ نماز اشراق اور ناشتہ کے بعد خطبہ نکاح کا مذاکرہ ہوا۔ اس کے بعد مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد سے ملاقاتوں کا پروگرام تھا۔ لہٰذا تین گروپ بنائے گئے۔ ایک گروپ مسجد میں رہا' دوسرا کالج کی طرف اور تیسرا کچہری کی طرف وکلاء سے ملاقات کے لئے روانہ ہو گیا۔ نماز ظہر تک تمام رفقاء واپس مسجد تشریف لے آئے۔ نماز کے بعد کھانا کھایا اور آرام کیا۔ بعد نماز عصر دعوتی پمفلٹ تقسیم کرنے کا پروگرام تھا۔ لہٰذا چار گروپ بنائے گئے۔ ایک گروپ مسجد میں رہا اور تین گروپ مختلف اطراف کے بازاروں میں پمفلٹ تقسیم کرنے چلے گئے۔ نماز مغرب کے بعد تین مساجد میں دروس ہوئے۔

مسجد الفلاح میں پروفیسر محمد اشرف ندیم صاحب' مسجد مدنی میں راقم نے' مرکزی مسجد میں ڈاکٹر ظفر اللہ خان صاحب نے درس دیا۔ عشاء کی نماز کے بعد مسجد الفتح میں محمد حسین صاحب نے "ہماری ذمہ داریاں" بیان کیں۔ مسجد نور میں مقصود احمد بٹ صاحب نے درس دیا۔ تمام رفقاء واپس مسجد الفلاح میں آ گئے۔ کھانا کھایا اور "جنات ارواح' اور توہم پرستی" پر مذاکرہ ہوا۔

تیسرے روز صبح تہجد اور نماز فجر کے بعد راقم نے سورۃ المائدۃ کی آیات ۵۴ تا ۵۶ کا درس دیا۔ اس کے بعد حالات حاضرہ کا پروگرام ہوا۔ حالات حاضرہ کے بعد راقم نے درس قرآن کے اعلان کی تمام رفقاء سے پریکٹس کروائی۔ اعلان کے الفاظ یہ تھے :

عن عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :
((خیر کم من تعلم القران و علمه))
او کما قال علیه الصلوٰة والسلام

"تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں"۔

ابھی ان شاء اللہ درس قرآن ہو گا۔ تمام حضرات تشریف رکھیں' اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

ناشتہ کے بعد نماز جنازہ میں مختلف مسالک کے اختلاف پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی۔ اس "سہ روزہ" تربیتی پروگرام کی آخری نشست "فرائض دینی کا جامع تصور" تھا۔ محمد حسین صاحب نے جو اس سہ روزہ پروگرام کے ترتیب کنندہ تھے' مختلف مساجد کے ناظمین و اماموں سے ملاقاتیں کر کے اجازت لینے میں بڑی محنت کی تھی۔ لیکن ان کے دست راست جناب خواجہ زاہد فیروز' ایم اے (ریاضی) جو بلدیہ میں سپرنٹنڈنٹ ہیں' اپنی موٹر سائیکل پر ہمہ وقت موجود تھے۔ منڈی بہاء الدین کی تاریخ میں یہ پہلا "سہ روزہ" تھا۔ کافی لوگ تنظیم اسلامی کے نام سے واقف ہوئے۔ مسنون دعا کے ساتھ پروگرام ختم ہوا۔ اور رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (رپورٹ : خادم حسین)

ذیلی حلقہ تنظیم اسلامی فیروز والہ شاہدرہ
کا تنظیمی و مشاورتی اجتماع

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ فیروز والا شاہدرہ کے رفقاء کے مشاورتی و تنظیمی اجتماع جامع مسجد حیدریہ رچنا ٹاؤن فیروز والا میں ۵ اکتوبر بروز اتوار صبح ساڑھے چھ بجے منعقد ہوا۔ اجلاس کا آغاز جناب منیر احمد رفیق اسرہ شاہدرہ کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ بعد ازاں ذیلی حلقہ کے ناظم بیت المال سید اقبال حسین نے فرائض دینی کا جامع تصور کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم پر عائد ہونے والا پہلا اور اولین فریضہ بندگی الٰہی ہے جسے قرآن میں اسلام' تقویٰ' اطاعت اور عبادت کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس فریضہ کو ہم غلامی کے لفظ سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ غلامی پسند و ناپسند سے بے نیاز اور وقت کی قید سے آزاد ہوتی ہے اور اس کی بلند ترین منزل اقامت دین ہے یعنی عقائد و عبادات' رسومات و اخلاقیات' سماجیات و معاشیات سے لے کر سیاسیات کے جملہ شعبوں میں اللہ کی حاکمیت کا عملاً نظام قائم کرنا بندۂ مومن کے فرائض دینی میں شامل ہے۔

بعد ازاں تمام رفقاء نے اپنا مختصر تعارف اور اپنی دعوتی و تنظیمی مصروفیات کا جائزہ پیش کیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ "ہم کہاں کھڑے ہیں؟" اس اہم ترین جائزے کے بعد رمضان المبارک کے حوالے سے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام کے انعقاد کے بارے میں مشورہ ہوا جس میں طے پایا کہ حسب سابق آمنہ شادی ہال جی ٹی روڈ شاہدرہ میں ہی ذیلی حلقہ فیروز والا شاہدرہ کے زیر اہتمام دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام ہو گا' جس میں مدرس کے فرائض نائب ناظم ذیلی حلقہ نعیم اختر عدنان ادا کریں گے۔ استقبال رمضان المبارک کے حوالے سے رچنا شاپنگ پلازہ فیروز والا میں جلسہ عام کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ (رپورٹ : افتخار احمد)

ضرورت رشتہ

ایم اے پولیٹیکل سائنس' عمر ۲۱' ۲۲ سال' لاہور کی رہائشی' اردو سپیکنگ' دینی مزاج' فیملی کی بیٹی کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : سردار اعوان معرفت' ندائے خلافت لاہور

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

adopted. In this regard there are three basic principles: **sovereignty belongs only to Allah (swt), no legislation can be done which is repugnant to Qur'an and Sunnah, and full citizenship is for Muslims only.** The existence of these principles and the absence of any governmental structure is precisely what enables us to move with the spirit of times and employ any governmental structure we deem fit, so as long as it does not violate the basic principles.

Respected Mr. Hassan questioned, "If a state assumes an ideology what should be the fate of those citizens who do not profess the same ideology?" In an Islamic State non-Muslims will have the same rights as the Muslims concerning the protection of their lives, property, honor and the freedom to practice their religion in their private lives. In this sense Islam will not be imposed on them. However, non-Muslims cannot take part in the highest level of policymaking, neither can they participate in the process of legislation. The legislation in an Islamic State will have to be done within the framework of the Qur'an and *Sunnah*, and those who believe neither in the Qur'an nor in the *Sunnah* cannot be entrusted to make such laws. Related to this is Mr. Hassan's illogical proposition, that this issue should be viewed "from the vantage point of minorities". How democratic is it to decide the fate of the majority according to the wishes of minorities?

Let it also be understood that the presence of secularism does not necessitate social justice among all the classes in the state. The concept of equality among all citizens is an utopian dream yet to materialize. Even in an advanced secular state like USA, for instance, the gap between black and white still hasn't been bridged; and in India the distinction between Brahmin and Shoodar is well known around the world.

As for the issue of Quaid-e-Azam being a "thorough going secular and liberal democrat", let us for the sake of argument assume that he *was* secular and liberal. How would this nullify and undermine the Qur'anic injunctions and commandments of establishing an Islamic State? As Muslims our loyalty and obedience are for Allah (swt) and His Messenger (saw).

Written By:
ADNAN REHMAN
Student One Year Ruju-ilal-Quran Course

(This article was sent to English dailies for publication).

فلسطین میں بے گناہ مسلمانوں کے وحشیانہ قتل عام پر
امت مسلمہ کی غیرت کو للکارنے کی خاطر امریکہ میں مقیم
ایک معصوم مسلمان بچے کی پکار

All Ummah for Aqsa

We muslims should stand tall
And stay together just like a brick wall
Whenever we hear about killings
We should fight even if it's too daring
If we fight strong and bold
Then victory will only be ours to hold
If we help Chechnya and Kashmir
Then victory will be very near
But we haven't helped Chechnya and Kashmir
And victory is not near
And with all the killings in Palestine
I can feel their pain right inside
We should liberate Palestine
And make Masjid Al-Aqsa yours and mine
Missiles are being shot from helicopters
While Palestinians are being rushed to doctors
I don't think it's fair
To have rocks against missiles from the air
If we liberate Palestine all together
Then there will be no force that will be better
We should have faith in Allah and fight together
And we will have victory like the Prophet at Badr

(This poem is written by Asad Hashim Khan (Age 9) 5th G, Islamic Foundation School, Villa Park, ILL U. S. A.) (October 28, 2000)

THE CONFLICT BETWEEN SECULARISM AND ISLAM

An article by Mr. Waqas Hassan titled "Electorate and Ideology" (*Dawn Encounter*, Oct. 14) put forth arguments in favor of the separation of state and religion. The root cause of our secular minded elite's rejection of an Islamic state is the misconception that Islam is merely a religion confined to the private sphere. Islam, in reality, is a *Deen,* which is an aggregate of the private and public realms. Therefore, Islam is not merely a private matter and cannot and must not be called a religion in the modern sense of the term. The ideological foundation of the *Deen* of Islam is the revolutionary concept of *Tauheed. Tauheed* may be defined as a system of thought and practice in which everything has a divine frame of reference. *Tauheed* demands that the Authority, Sovereignty, and Kingship of Allah (swt) must be asserted in all realms of life, whether private or public. For any political system to be called Islamic, its laws must be devised under the divine frame of reference. To subject the state to a different set of rules other than those of Islam is tantamount to shattering the ideological foundation of Islam. In stark contrast to this, secularism seeks to subject the private and public realms to different sets of rules. Secularism prohibits any reference to divinity in the public sphere. This is in exact opposition to Islam and that is why the two can never co-exist.

Concerning the nature and implications of Allah's Sovereignty, Mr. Hassan rightly declares, "God's sovereignty is absolute and like His other attributes cannot be delegated", yet he goes on to delegate this sovereignty to the "will of the people". There is a manifest contradiction between these two statements for sovereignty refers to the authority to legislate and when sovereignty is delegated to the populace it empowers them to legislate whatever they deem *Halal* and *Haram.* In such a case, Allah (swt) is stripped of His right to legislate and reduced to a mere spectator who has no role to play in the practical lives of His creation. Such a proposition is preposterous and ridiculous. The book of Allah (swt) emphatically announces that sovereignty (power to legislate) is only for Allah (swt):

"[He] has no partner in His sovereignty" [17:111]
"[He] does not share His sovereignty with anyone else whatsoever" [18:26]
"Sovereignty is for none but Allah (swt)" [12:40]

As for those who strip Him (swt) of His power of legislation there is a severe warning:

"and those who do not judge (legislate) by what Allah (swt) has revealed such are Kafirs" [5:44]
"such are unjust" [5:45]
"such are rebellious" [5:47]

Mr. Hassan further stated that "When a particular religion is associated with the state, it is almost inevitably used by the state as an instrument of coercion". It may be noted that as many examples can be cited in which a state abused the name of religion "as an instrument of coercion", just as many can be cited in which this was not the case. For instance, by their own admittance the Jews' golden era was under Muslim Spain and Hindus flourished in Hindustan during the reign of Muslim rule. Most important point to note in this regard is that the separation of state and religion does not guarantee the eradication of religion being used "as an instrument of coercion." Respected Mr. Hassan himself admitted that "Secularism as state ideology (as being practiced in Turkey) is as repressive as a religious state". If a secular state can be "as repressive as a religious state" then where is the evidence that one is a superior form of government than the other?

Respected Mr. Hassan also noted, "the most important attribute of the modern nation-state is nationalism". The reason why nationalism arose with such force in the West was because they had no other means of uniting their people. The next logical result of this was then seen in the two of the bloodiest wars of human history; both were fought in the name of nationalism. It is no wonder that Allama Muhammad Iqbal called nationalism the greatest idol of 20^{th} century and labeled it the "coffin of religion."! We see then that the idea of nationalism stands in direct opposition to the Islamic point of view. This is because Muslims all over the world form one community and as such our nation is Islam.

Let us now turn to Mr. Hassan's charge that those "who espouse the marriage of the state and Islam tend to remain ambiguous on the exact nature of the relationship". With respect to an Islamic State, the Qur'an and *Sunnah* provide us with certain basic principles and as long as those principles are adhered to, any governmental structure can be

Vol : 9 Regd. CPL No.127 No.45
WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

✪ مسجد اقصیٰ کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟

✪ جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟ ✪ کیا قرآن کی درس و تدریس کیلئے وضو لازم ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

● **س** : قرآن مجید میں مسجد اقصیٰ کا ذکر آیا ہے حالانکہ اس وقت مسجد اقصیٰ کی تعمیر نہیں ہوئی تھی تو حضور ﷺ نے معراج کے وقت کونسی عمارت میں نماز پڑھی تھی؟

ج : اصل میں مسجد اقصیٰ کو مسجد اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک عبادت گاہ تعمیر کی تھی اور اسلام میں عبادت گاہ مسجد کہلاتی ہے۔ حضرت مسیح سے قریباً ایک ہزار برس قبل ہیکل سلیمانی تعمیر ہوا تھا جسے ہم اقصیٰ یعنی "دور کی مسجد" کہیں گے۔ اس کے بعد ۵۸۷ ق م میں اس کو نبوکد نصر نے گرا دیا۔ دو سو برس کے بعد اسی جگہ پر دوبارہ مسجد بنائی گئی۔ جسے ستر عیسوی میں ٹائٹس رومی نے پھر گرا دیا جو کہ آج تک گری پڑی ہے۔ حضور ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو وہاں کوئی عمارت نہیں تھی البتہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک گرجا بنا دیا گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماوی کے چالیس برس بعد ستر (۷۰) عیسوی میں اسے بھی گرا دیا اور پورا شہر ویران کر دیا گیا۔ لیکن ۶۰، ۷۰ برس کے بعد رومن بادشاہ ہیڈریان نے اس شہر کو دوبارہ آباد کرنے کے بعد اس کا نام "ایلیا" رکھا۔ ۳۰۰ عیسوی میں قسطنطنیہ کا شہنشاہ عیسائی ہو گیا تو اس کے ساتھ پوری مملکت بھی عیسائی ہو گئی تو پھر وہاں ایک گرجا تعمیر کر دیا گیا۔ جب حضرت عمرؓ وہاں گئے تو عیسائیوں نے اسے حضرت عمرؓ کے حوالے کر دیا تھا۔ حضرت عمر ابھی اس گرجا کے اندر ہی تھے کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا : نماز کا وقت ہے مجھے نماز پڑھنی ہے۔ عیسائیوں نے کہا : آپ نماز یہیں پڑھ لیجئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا : نہیں اگر میں یہاں نماز پڑھوں گا تو مسلمان اسے مسجد بنا لیں گے۔ چنانچہ آپؓ باہر گئے اور ایک چٹان صخرہ کے اوپر جا کر نماز پڑھی۔ آج ہمیں جو گنبد نظر آتا ہے یہ وہ چٹان ہے جس پر آپؓ نے نماز پڑھی۔ درحقیقت یہیں سے حضور ﷺ معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس چٹان کی جگہ ملک ابن مروان نے قبہ بنا دیا تھا جو قبۃ الصخرہ کہلاتا ہے۔ البتہ اسی احاطے کے جنوب کی طرف ایک مسجد ہے جو مسجد اقصیٰ کہلاتی ہے۔ قبہ بنیادی طور پر مسجد نہیں ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ہمارے ہاں مقبرہ بنایا جاتا ہے جس کے درمیان میں قبر ہوتی ہے، جبکہ چاروں طرف زائرین کے لئے جگہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی وہ ایک چٹان ہے جس پر قبہ بنا دیا گیا۔ کہا جاتا ہے یہ چٹان جنت سے آئی تھی جیسے حجر اسود جنت سے آیا۔

بہر حال یہ پہاڑ کی مانند بہت بڑی چٹان تھی۔ اس کے اوپر حضرت سلیمان نے ہیکل بنا دیا تھا۔ اب یہ چٹان چھوٹی ہو گئی ہے جیسے کہ کوہ صفا و مروہ کے اب صرف نشان رہ گئے ہیں۔ اسی طرح صخرہ ایک چٹان ہے جس کے گرد ایک پلیٹ فارم سا بنا دیا گیا ہے جس کے اوپر ایک قبہ ہے۔ یہی قبہ اس وقت حرم شریف کہلاتا ہے۔ یہودیوں اور مسلمانوں کا سارا جھگڑا اسی قبہ پر ہے۔ اسرائیلی وزیراعظم نے ایک مرتبہ یہ پیش کش کر دی تھی کہ مسجد اقصیٰ پر فلسطینی مسلمانوں کا کنٹرول رہے لیکن قبۃ الصخرہ اسرائیل کے پاس رہے۔ اسی جگہ پر یہودی تھرڈ ٹیمپل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اسرائیلی حکومت نے یہودی مذہبی عناصر سے کہہ رکھا ہے کہ ہمیں اجازت دے دو ہم فنائی اور ربولان ہائٹس شام کو واپس کر دیں اور ویسٹ بنک وغیرہ پر فلسطینی ریاست بنا دی جائے۔ اب جب کہ یہودیوں پر بہت دباؤ پڑا تو وہ اس حد تک تو آمادہ ہو گئے ہیں کہ یروشلم کے مشرقی حصے کا کنٹرول مسلمانوں کے پاس رہے جسے وہ القدس کا نام دے کر فلسطینی ریاست کا دارالخلافہ بنا لیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ویسٹ یروشلم ہمارا رہے گا۔ جسے ہم "یروسلیم" کہیں گے اور یہی ہمارا دارالخلافہ رہے گا۔ البتہ قبۃ الصخرہ پر مسلمانوں یا عربوں کا کنٹرول نہیں رہے گا۔ کیونکہ وہ اس کو گرا کر اپنا ٹیمپل بنانا چاہتے ہیں۔

● **س** : جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے، جہاد کشمیر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج : جہاد "جہد" سے بنا ہے جس کے معانی جدوجہد، کوشش اور تگ و دو کرنے کے ہیں۔ اگر یہ کوشش اور سعی و جہد اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے ہو گی تو وہ جہاد فی سبیل اللہ ہو گا۔ اسی طرح قتال "قتل" سے ہے۔ اللہ کے دین کو غالب و نافذ کرنے کے لئے جو جنگ کی جائے گی وہ قتال فی سبیل اللہ کے زمرے میں آئے گی۔ حضور ﷺ مکے میں صرف جہاد کر رہے تھے، قتال آپؐ نے مدینے میں شروع کیا تھا۔ یہ دونوں اصطلاحیں قرآن مجید ہی کی ہیں اور ان اصطلاحات کے معنوں میں فرق ہے۔

کشمیر کے مسلمان آزادی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ جہاد فی سبیل الحریہ یعنی جہاد آزادی ہے۔ یہ جہاد بھی مسلمان کے لئے جائز ہے اور اس میں بھی اگر آدمی جان دیتا ہے تو اسے شہادت کا درجہ حاصل ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع پر میری دو گھنٹے کی آڈیو / ویڈیو گفتگو موجود ہے، تفصیلات کے لئے آپ اس سے رجوع کر سکتے ہیں۔

● **س** : کیا قرآن مجید کی درس و تدریس کے لئے وضو کی شرط لازم ہے۔

ج : عام حالات میں تو قرآن مجید کو بغیر وضو کے چھونا جائز نہیں لیکن درس و تدریس کے لئے علماء کرام نے بہت سی رعایتیں دی ہیں۔ مثلاً جو لوگ قرآن مجید حفظ کر رہے ہوں ان کے لئے یہ شرط لازم نہیں ہے کہ بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ ان کا اگر وضو نہیں ہے تب بھی وہ قرآن کو پڑھ سکتے ہیں۔ درس و تدریس کے لئے قرآن پاک کے ان آداب میں تھوڑی بہت نرمی ہو سکتی ہے بشرطیکہ جان بوجھ کر نیت کے اندر توہین کرنا شامل نہ ہو۔

● **س** : کیا عمرہ ادا کرنے کے بعد حج لازم ہو جاتا ہے یا نہیں؟

ج : صاحب استطاعت شخص کو پہلے حج ادا کرنا چاہئے جو کہ فرض ہے۔ اگر کوئی شخص عمرے کے لئے اپنے خرچ پر گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ صاحب استطاعت ہے لہٰذا اس پر حج فرض ہے۔

آج کل ہمارے ہاں کہیں سفر پر جاتے ہوئے یا سرکاری دورے کے دوران عمرہ کر لیا جاتا ہے، جبکہ عام حالات میں اس کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوتے کہ وہ عمرہ یا حج کر سکے تو محض اس اتفاقیہ عمرہ سے اس پر حج فرض نہیں ہو گا۔

(مرتب : انور کمال میو)

کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا!